**ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL**
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 05 No. 01. January-March 2026.Page# 2616-2627
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

# Propagation of Islamic Teachings Related to Social Justice: Challenges and Opportunities

## سماجی انصاف سے متعلق اسلامی تعلیمات کی ترویج: تحدیات و امکانات

**Dr. Muhammad Riaz Mahmood**
Associate Professor, Department of Islamic Thought, History and Culture,
Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Emial: riaz.mahmood@aiou.edu.pk

**Abstract**

*This research explores the propagation of social justice within the framework of Islamic teachings, examining both the formidable challenges and promising opportunities in the contemporary world. Social justice, a core tenet of Islam, is not a modern ideological construct but a divine mandate rooted in the Holy Qur'an and the Sunnah of the Holy Prophet (PBUH), aimed at establishing a balanced society where rights are upheld, and equity prevails. The study begins by establishing a comprehensive conceptual foundation of social justice as derived from basic Islamic sources, highlighting its dimensions of equality, accountability and the protection of fundamental rights. It then critically analyzes the historical and cultural obstacles that have impeded the practical implementation of these ideals, such as entrenched feudal structures, colonial legacies, and cultural practices that contradict Islamic principles. Furthermore, the research delves into modern challenges, including the impact of globalization, digital divide, economic disparities, and the rise of secularism, which complicate the propagation of Islamic social justice in a pluralistic world. Despite these hurdles, the study identifies significant possibilities through digital media, civil society engagement, and educational reform. The findings underscore that a revival of ijtihad and a holistic approach that integrates faith with institutional reform are essential for translating Islamic ideals of justice into tangible realities. Ultimately, this research asserts that Islamic social justice offers a timeless and dynamic model that can address contemporary societal ills if its propagation is undertaken with wisdom, contextual awareness and a commitment to the authentic spirit of the Shariah.*

**Keywords:** *Fundamental Rights, Holy Prophet (PBUH), Holy Qur'an, Ijtihad, Islamic Teachings, Shariah, Social Justice, Sunnah.*

### 1. موضوع تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

انسان کی اجتماعی زندگی کا بنیادی تقاضا ہے کہ اس میں انصاف کا نظام ہو۔ انصاف ہی وہ ستون ہے جس پر معاشرے کی عمارت قائم رہتی ہے۔ جس معاشرے میں انصاف ناپید ہو جائے، وہاں انتشار، استحصال اور بے چینی جیسی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ سماجی انصاف کا تصور محض قانونی برابری کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ ایک وسیع تر فلسفہ ہے جس میں معاشی، سیاسی اور معاشرتی وسائل کی منصفانہ تقسیم، کمزور طبقات کا تحفظ اور ہر فرد کو اس کا حق دلوانا شامل ہے۔ موجودہ دور میں جہاں عالمی سطح پر معاشی تفریق، نسلی امتیاز اور سماجی ناانصافیوں نے سر اٹھار کھا ہے، اسلامی تعلیمات میں موجود سماجی انصاف کا تصور انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ تعلیمات نہ صرف پندرہ صدیاں قبل ایک مثالی معاشرہ تشکیل دے چکی ہیں بلکہ آج بھی انسانیت کے لیے راہ نجات فراہم کرتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی ترویج سے مراد صرف نظریاتی سطح پر معلومات فراہم کرنا نہیں ہے، بلکہ ان اصولوں کو عملی زندگی کا حصہ بنانا ہے جو قرآن و سنت میں بیان کیے گئے ہیں۔ سماجی انصاف کی ترویج دراصل اسلام کے بنیادی مقاصد کا حصہ ہے، جن میں دین، جان، عقل، نسل اور مال کا تحفظ شامل ہے۔ قرآن مجید میں واضح فرمایا گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا اور بے حیائی اور ناشائستہ اور زیادتی سے

منع کرتا ہے۔[1] یہ خدائی تعلیم سماجی انصاف کی جامع تعریف فراہم کرتی ہے جہاں عدل کو احسان اور صلہ رحمی کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ آج دنیا میں جو بھی بڑے بحران ہیں، چاہے وہ ماحولیاتی ہوں، معاشی ہوں یا سیاسی، ان کی جڑ میں کہیں نہ کہیں انصاف کا فقدان کار فرما ہے۔ اسلامی تعلیمات میں انصاف کو محض ایک اخلاقی فضیلت نہیں بلکہ ایک فرض سمجھا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک حاکم یعنی نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔[2] اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ معاشرے کے ہر طبقے، چاہے وہ حکمران ہو یا عام شہری، پر انصاف قائم کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

مسلم معاشروں میں سماجی انصاف کی تعلیمات کی ترویج میں دو متضاد رجحانات پائے جاتے ہیں۔ ایک طرف تو یہ تعلیمات مسلمانوں کے عقیدے کا جزو ہیں، لیکن دوسری طرف عملی طور پر کئی تاریخی اور ثقافتی رکاوٹوں کی وجہ سے ان پر عمل درآمد متاثر ہوا ہے۔ استعماری دور کے بعد پیدا ہونے والے جاگیردارانہ نظام، قبائلی روایات اور مروجہ سیاسی ڈھانچے نے اکثر اسلامی اصولوں کے نفاذ میں رکاوٹ پیدا کی ہے۔ جدیدیت اور مغربی ثقافت کے اثرات نے بھی اسلامی تعلیمات کی ترویج کو نئے چیلنجز سے دوچار کیا ہے۔ اس صورت حال کے ساتھ ساتھ اصلاح کے امکانات بھی کم نہیں ہیں۔ اکیسویں صدی میں ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا نے معلومات کی ترسیل کو تیز کر دیا ہے۔ افراد اور تنظیمیں اب بڑے پیمانے پر اسلامی تعلیمات کو فروغ دے سکتی ہیں۔ عوامی شعور میں بیداری، سول سوسائٹی کی تنظیمیں اور انصاف کی بین الاقوامی تحریکیں بھی اسلامی تعلیمات کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر کام کر سکتی ہیں۔ اس تحقیق کا مقصد انہی تحدیات اور امکانات کا جائزہ لینا ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ موجودہ دور میں اسلامی تعلیمات میں موجود سماجی انصاف کے آفاقی اصولوں کو کس طرح مؤثر طریقے سے ترویج دی جا سکتی ہے۔

## 2. اسلامی تعلیمات میں سماجی انصاف کا تصور

اسلام میں سماجی انصاف کا تصور محض انسانی ساختہ قوانین کی طرح محدود نہیں ہے، بلکہ یہ ایک الٰہی فرمان ہے جو انسان کو اس کی فطری ساخت سے ہم آہنگ کرتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ میں انصاف کو اتنا اہم قرار دیا گیا ہے کہ اسے عبادات کے قریب مقام دے دیا گیا ہے۔ انصاف اور احسان کا تعلق اس قدر گہرا ہے کہ ایک مکمل معاشرتی نظام تشکیل دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾[3]

"اے ایمان والو! اللہ کے لیے راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کرنے والے گواہ بنو اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔"

یہ آیت انصاف کی بنیاد کو محض ذاتی یا گروہی مفاد سے بلند کر کے تقویٰ سے منسلک کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اس تصور کو عملی شکل دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوا"[4]

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام کیا ہے، پس آپس میں ظلم نہ کرو۔"

اس حدیث قدسی میں ظلم جو ناانصافی کی بنیاد ہے کو حرام قرار دے کر سماجی انصاف کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اسلام میں سماجی انصاف کا دائرہ صرف عدالتوں تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں معاشی وسائل کی منصفانہ تقسیم، معاشرتی حقوق اور سیاسی شفافیت بھی شامل ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں نبی اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ اے لوگو!

---

[1] سورۃ النحل 16: 90۔

[2] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (دار طوق النجاۃ۔1422ھ)، رقم الحدیث: 893، ج: 2، ص: 5۔

[3] سورۃ المائدۃ 5: 8۔

[4] القشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح مسلم (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، رقم الحدیث: 2577، ج: 4، ص: 1994۔

تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اس دن کی طرح حرمت کی طرح حرام ہیں۔[5] اس خطبہ نے تمام تر طبقاتی، نسلی اور قومی امتیازات کو مٹا کر انسانیت کو ایک قبیلہ بنا دیا۔ ذیل میں اس تصور کو مزید واضح کیا جاتا ہے۔

i. **عدل**

لغوی اعتبار سے عدل کے معنی ہیں برابر کرنا، میانہ روی اور اعتدال۔ اصطلاح شریعت میں عدل سے مراد ہر چیز کو اس کے مناسب مقام پر رکھنا ہے، حد سے تجاوز نہ کرنا اور کسی پر زیادتی نہ کرنا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عدل کو اپنی صفت قرار دیا ہے:

﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا﴾[6]

اور اللہ کے کلام میں تیرے رب کی بات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے مکمل ہو گئی۔"

عدل کا تعلق محض فیصلہ سازی سے نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے سے ہے۔ عدل وہ کیفیت ہے جس سے نفس اعتدال پر قائم ہوتا ہے۔ یہی عدل انسان کو ظلم سے روکتا ہے اور معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔

ii. **احسان**

احسان کا لفظ "حسن" سے ماخوذ ہے جس کے معنی خوب صورتی اور بھلائی کے ہیں۔ قرآن مجید میں عدل کے ساتھ احسان کا ذکر آیا ہے۔[7] احسان کا تصور عدل سے بلند ہے۔ عدل میں تو حقوق کی ادائیگی ہوتی ہے جبکہ احسان میں حق سے بڑھ کر دینا اور معاف کرنا شامل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے احسان کی تعریف یوں فرمائی ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، پھر اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔[8] سماجی انصاف میں احسان کا کردار اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی شخص اپنے مال سے مستحقین کو اس طرح دیتا ہے جیسے وہ ان کا حق ادا کر رہا ہو۔

iii. **حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن**

اسلام نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے درمیان کامل توازن قائم کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے میں شامل ہونا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا۔[9] یہ حقوق اگرچہ ظاہری طور پر چھوٹے ہیں لیکن یہ سماجی انصاف کی بنیاد ہیں۔ حقوق العباد میں سب سے بڑا حق انصاف ہے۔ بغیر انصاف کے نہ تو عبادات قبول ہوتی ہیں اور نہ ہی معاشرہ پرسکون رہ سکتا ہے۔

iv. **معاشی انصاف**

اسلام کا معاشی نظام عدل پر مبنی ہے۔ دولت کو چند ہاتھوں میں گردش کرنے سے روکنے کے لیے زکوٰۃ فرض کی گئی۔ ارشاد باری ہے:

﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ﴾[10]

"تاکہ یہ دولت تم میں سے صرف مال داروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتی رہے۔"

---

[5] البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:67، ج:1، ص:24۔

[6] سورۃ الانعام6 :115۔

[7] سورۃ النحل16: 90۔

[8] البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:50، ج:1، ص:19۔

[9] البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:1240، ج:2، ص:71۔

[10] سورۃ الحشر59 :7۔

وراثت کے احکام نے خواتین اور کمزوروں کو ان کا حصہ دلایا جبکہ جاہلیت میں انہیں حق وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا اور سودی کاروبار کو بڑھایا جاتا تھا۔ اس لیے سود کو معاشی انصاف کے لیے نقصان دہ قرار دیتے ہوئے استحصال کا راستہ روک دیا گیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ربا حرام ہے اور اس کے خریدار، بیچنے والے، شاہدین اور کاتبین پر لعنت ہو۔[11]

### v. سماجی معاملات میں انصاف

اسلامی تعلیمات میں معاشرے کے کمزور طبقات کا تحفظ سب سے اہم ہے۔ قرآن کریم میں بارہا یتیموں کے مال کھانے والوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾[12]

"جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔"

نبی کریم ﷺ نے مسکینوں اور راہ گیروں کے حق کو اتنا اہم قرار دیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ إِلَى جَنْبِهِ"[13]

"وہ شخص مسلمان نہیں جو پیٹ بھر کر کھائے جبکہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔"

### vi. نسلی اور قومی مساوات

اسلام نے نسلی اور قومی تفریق کو مٹا کر صرف تقویٰ کو معیار فضیلت قرار دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَعَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى أَبَلَّغْتُ"[14]

"کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ذریعے۔"

یہ انسانی تاریخ کا وہ سنہری اعلان تھا جس نے نسل پرستی کی جڑیں کاٹ دیں۔ اس تعلیم کی روشنی میں ہی بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مؤذن بنایا گیا اور سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل بیت میں شامل کیا گیا۔

### vii. عدالتی نظام

اسلامی عدالتی نظام میں امیر اور غریب، مسلمان اور غیر مسلم سب کے لیے عدل ایک جیسا ہے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کے مخزوم قبیلے کی ایک عورت چوری کی سزا ملنے کی وجہ سے پریشان تھی۔ تو اس کے قبیلے کے لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارش کے لیے بھیجا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةَ لَقَطَعْتُ يَدَهَا"[15]

"اگر میری بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔"

یہ اسلامی نظام کی عدالت ہے کہ کسی کی جاہ وحشمت فیصلہ پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ قرآن مجید میں بھی اس حوالے سے ارشاد ہے کہ عدل کرو اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔[16]

---

[11] القشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح مسلم، رقم الحدیث:1598، ج:3، ص:1219۔

[12] النساء4 :10۔

[13] البیہقی، احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ، شعب الایمان (الریاض: مکتبۃ الرشد والتوزیع، 1423ھ)، رقم الحدیث:3117، ج:5، ص:76۔

[14] الشیبانی، ابو عبد اللہ احمد بن حنبل، مسند (موسسۃ الرسالۃ، 1421ھ)، رقم الحدیث:23489، ج:38، ص:474۔

[15] احمد بن حنبل، مسند، رقم الحدیث:15149، ج:23، ص:346۔

[16] سورۃ الانعام6: 152۔

### viii. خواتین سے انصاف

جاہلیت میں عورت کو وراثت کا حق حاصل نہیں تھا۔ اسلام نے عورت کو اس کی عزت واپس دلائی اور اسے مکمل قانونی حیثیت عطا کی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ عورتوں کو ان کا حق خوش دلی سے عطا کرو۔[17] نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں تم میں سے اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔[18] اسلام نے عورت کو ملکیت کا حق عطا کیا، تعلیم کا حق دیا اور معاشرتی زندگی میں اس کی شرکت کو جائز قرار دیا۔

### ix. غیر مسلموں کے ساتھ انصاف

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں جکو وہ تمام حقوق حاصل ہوتے ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[19]

"سنو! جو کسی معاہد پر ظلم کرے، اس کا حق مارے، اسے اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دے، یا اس سے کوئی چیز اس کی رضامندی کے بغیر لے، تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے جھگڑنے والا ہوں گا۔"

### x. حکمران اور رعایا: احتساب اور شفافیت کا تصور

اسلام میں حکمران کو کوئی خاص استثنا حاصل نہیں ہے۔ وہ بھی رعایا کے سامنے جواب دہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[20]

"تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہو گا۔"

اسلامی نظام حکمرانی میں احتساب اس بنیاد کو واضح کرتا ہے کہ حکمران کو کوئی خاص استثنا حاصل نہیں ہے۔ اس حدیث میں حاکم نگہبان ہے کا ذکر کر کے یہ پیغام دیا گیا کہ حکمران کی ذمہ داری نہ صرف سب سے بڑی ہے بلکہ وہ بھی رعایا کے سامنے جواب دہ ہے۔ لفظ "مسئول" کا اطلاق ہر فرد پر یکساں طور پر ہوتا ہے، چاہے وہ حاکم ہو یا محکوم، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی تصور عدل میں کوئی بھی شخص قانون سے بالاتر نہیں۔ یہ تعلیم اسلامی ریاست میں شفافیت، احتساب اور حکمران کی جواب دہی کا وہ جامع تصور پیش کرتی ہے جو عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ناگزیر ہے۔

اسلامی تعلیمات میں سماجی انصاف کا تصور ایک جامع نظام ہے جو انصاف اور احسان کے امتزاج سے تشکیل پاتا ہے۔ قرآن و سنت میں انصاف کو محض ایک معاملہ نہیں بلکہ دین کا تقاضا قرار دیا گیا ہے۔ معاشی انصاف کے لیے زکوٰۃ، وراثت اور ربا کی ممانعت جیسے قوانین دیے گئے۔ سماجی تحفظ کے لیے یتیموں، مسکینوں اور پڑوسیوں کے حقوق کو فرض قرار دیا گیا۔ نسلی اور قومی تفریق کو مسترد کرتے ہوئے صرف تقویٰ کو معیار فضیلت بنایا گیا۔ عدالتی نظام میں امیر و غریب کی بلا تفریق مساوات، خواتین کو مکمل حقوق کی فراہمی، غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور حکمرانوں کے لیے احتساب کو لازمی قرار دیا گیا۔ یہ تمام عناصر مل کر ایک ایسا تصور انصاف پیش کرتے ہیں جو نہ صرف اپنے عہد میں انقلابی تھا بلکہ آج بھی انسانیت کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے۔

## 3. سماجی انصاف کی ترویج میں حائل تاریخی و ثقافتی رکاوٹیں

اسلامی تعلیمات میں سماجی انصاف کا تصور اگرچہ انتہائی واضح اور جامع ہے، لیکن تاریخ کے مختلف ادوار میں اس کی ترویج اور نفاذ میں متعدد رکاوٹیں سامنے آئیں۔ یہ رکاوٹیں نہ تو خود اسلامی تعلیمات کا حصہ ہیں اور نہ ہی ان کی کمزوری کا نتیجہ ہیں، بلکہ یہ مختلف تاریخی، ثقافتی اور سیاسی عوامل کا نتیجہ ہیں۔ بعض اوقات جاہلی روایات نے اسلامی تعلیمات میں دخل اندازی کر کے ان کے اصل مقاصد کو مسخ کر دیا۔ کبھی استعماری طاقتوں نے مسلم معاشروں کے اداروں کو کمزور کیا۔ کبھی بادشاہت اور خاندانی وراثت کے

---

[17] النساء4: 4۔

[18] الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، سنن (بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1998ء)، رقم الحدیث: 1162، ج: 2، ص: 457۔

[19] السجستانی، ابو داؤد سلیمان بن الاشعث، سنن (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، صیدا)، رقم الحدیث: 3052، ج: 3، ص: 170۔

[20] البخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 893، ج: 2، ص: 5۔

نظام نے اسلامی جمہوری اصولوں کو دبادیا۔ یہ رکاوٹیں آج بھی مسلم معاشروں میں موجود ہیں اور اسلامی تعلیمات کی ترویج میں حائل ہیں۔ ان رکاوٹوں کی نشاندہی کرنا ضروری ہے تاکہ ان سے نجات کے ذرائع تلاش کیے جاسکیں۔

i. **قبل از اسلام جاہلی روایات کا تسلط**

اسلام جزیرہ العرب میں ایسے معاشرے میں آیا جو قبائلی عصبیت، ظلم وستم اور خواتین کے استحصال کا مرکز تھا۔ اسلام نے ان تمام رسوم کو ختم کیا، لیکن بعد کے ادوار میں قبائلی تفاخر، جاگیرداری اور قوم پرستی جیسی جاہلی روایات نے دوبارہ سر اٹھایا۔ یہ روایات اسلامی اخوت اور مساوات کی تعلیمات سے متصادم ہیں۔

ii. **استعماری طاقتوں کا اثر اور مقامی اداروں کی تباہی**

برطانوی، فرانسیسی اور دیگر استعماری طاقتوں نے مسلم معاشروں میں اسلامی تعلیمات کے اداروں کو تباہ کیا۔ انہوں نے رسمی عدالتی نظام کو ختم کرکے مغربی قوانین نافذ کیے، جس سے اسلامی نظام انصاف کمزور ہوا۔ تعلیمی نظام کو بھی اسلامی اقدار سے دور کر دیا گیا۔

iii. **جاگیرداری**

برصغیر اور دیگر مسلم ممالک میں جاگیردارانہ نظام نے اسلامی معاشی انصاف کو سبوتاژ کیا۔ زکوۃ کا نظام مؤثر نہ ہوسکا اور زمینیں چند خاندانوں میں تقسیم رہیں۔ یہ نظام اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے کیونکہ اسلام میں وسائل عوام کی امانت سمجھے جاتے ہیں۔

iv. **بادشاہت کا نظام**

اسلام میں خلافت کا نظام شوریٰ پر مبنی تھا، لیکن بعد میں خلافت بادشاہت میں تبدیل ہوگئی۔ اس کے بعد سے مسلم معاشروں میں موروثی حکمرانی کا رواج پڑ گیا، جس نے احتساب اور انصاف کے اسلامی تصور کو نقصان پہنچایا۔

v. **طبقہ علما اور حاکم وقت کے درمیان کشیدگی**

بعض ادوار میں علمانے حاکموں کے ظلم کے خلاف آواز نہیں اٹھائی اور بعض اوقات حاکموں نے علما کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا۔ اس کشیدگی نے اسلامی تعلیمات کی آزادانہ ترویج کو متاثر کیا۔

vi. **تصوف میں خرافات کی دراندازی**

اسلام کے ابتدائی دور میں تصوف سے مراد زہد و تقویٰ کی عمدہ تعلیمات تھیں، لیکن بعد میں کئی غیر اسلامی رسومات اور خرافات شامل ہوگئیں۔ ان خرافات نے لوگوں کو عملی معاشرتی انصاف سے ہٹ کر جھوٹی روحانیت کی طرف مائل کر دیا۔

vii. **مسالک اور فرقہ واریت کا فروغ**

مسلم معاشروں میں فقہی اختلافات نے بعض اوقات تلخی اور فرقہ واریت کو جنم دیا۔ جب تک مسلمان آپس میں متحد نہیں ہوں گے، سماجی انصاف جیسے عظیم نصب العین کے لیے جدوجہد ممکن نہیں۔

viii. **دوہرا نظام تعلیم**

جدید دور میں دینی مدارس اور جدید یونیورسٹیوں کے درمیان خلیج نے ایک ایسا تعلیمی نظام تیار کر دیا ہے جو نہ تو مکمل طور پر اسلامی انصاف کی تعلیم دیتا ہے اور نہ ہی جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔

ix. **ذات پات اور برادری کا نظام**

برصغیر میں ذات پات کا نظام اسلام کی مساوات کے خلاف ہے۔ اس نظام نے اعلیٰ اور ادنیٰ طبقات میں تفریق پیدا کر رکھی ہے، یہ تفریق سماجی انصاف کی ترویج میں بنیادی رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔

x. **سیاسی عدم استحکام اور آمرانہ حکومتیں**

بہت سے مسلم ممالک میں سیاسی عدم استحکام اور آمرانہ حکومتوں نے عوامی آوازوں کو دبادیا ہے۔ ایسے ماحول میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انصاف کا مطالبہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

سماجی انصاف کی ترویج میں تاریخی و ثقافتی رکاوٹوں میں جاہلی روایات کا تسلط، استعماری طاقتوں کی پالیسیاں، جاگیرداری، بادشاہت اور فرقہ واریت شامل ہیں۔ ان رکاوٹوں نے اسلامی معاشروں میں انصاف کے نظام کو کمزور کیا اور تعلیمات کو مسخ کیا۔ استعماری دور نے اسلامی اداروں کو تباہ کیا اور مغربی قوانین نافذ کیے۔ جاگیردارانہ نظام نے معاشی انصاف کو ختم کیا۔ بادشاہت نے جمہوری اصولوں کو دبا دیا۔ تصوف میں خرافات اور مسالک میں فرقہ واریت نے اجتماعی شعور کو متاثر کیا۔ دوہرا تعلیمی نظام اور ذات پات کی تفریق نے بھی مساوات کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ ان رکاوٹوں کے باوجود اسلامی تعلیمات کی ترویج ممکن ہے، بشرطیکہ مسلمان ان تاریخی غلطیوں سے سبق حاصل کریں اور اصل اسلامی تعلیمات کی طرف لوٹ آئیں۔ ان رکاوٹوں کو دور کیے بغیر اسلامی سماجی انصاف کی ترویج ادھوری ہے۔

### 4. سماجی انصاف کی ترویج کے جدید چیلنجز

عصری دنیا میں تیز رفتار تبدیلیاں، ٹیکنالوجی کا غلبہ اور عالمگیریت نے اسلامی تعلیمات کی ترویج کے طریقے بدل دیے ہیں۔ یہ نیا منظر نامہ کئی نئے چیلنجز پیش کرتا ہے جن کا سامنا کرنا ضروری ہے۔

#### i. عالمگیریت اور مغربی ثقافتی یلغار

عالمگیریت نے دنیا کو ایک عالم گیر گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔ اس کے مثبت پہلوؤں کے ساتھ ساتھ مغربی ثقافت کی یلغار نے اسلامی معاشروں کے اخلاقی ڈھانچے کو نقصان پہنچایا ہے۔ میڈیا، فلمیں اور سوشل میڈیا ان اقدار کو فروغ دیتے ہیں جو اسلامی تعلیمات میں سماجی انصاف کے تصور سے متصادم ہیں۔ اس کی اہم مثالیں مادیت پرستی، بے راہ روی اور انفرادیت پسندی ہیں۔ نوجوان نسل اپنی روایتی اقدار سے دور ہو رہی ہے۔ یہ چیلنج اس لیے اہم ہے کہ سماجی انصاف کی ترویج کے لیے مضبوط اخلاقی بنیاد ضروری ہے، جو اس یلغار سے کمزور ہو رہی ہے۔

#### ii. مذہب کو سماجی زندگی سے علیحدہ کرنے کی کوششیں

جدید ریاستوں میں سیکولرازم کو فروغ دیا جا رہا ہے، جس کے تحت مذہب کو ذاتی معاملہ قرار دے کر عوامی زندگی سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ یہ تصور اسلام کے جامع تصور حیات سے ٹکراتا ہے جہاں مذہب اور ریاست الگ نہیں ہیں۔ سماجی انصاف جیسے موضوع میں جہاں سیاسی، معاشی اور عدالتی نظام شامل ہیں، وہاں مذہب کو خارج کرنا اسلامی تعلیمات کی ترویج میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ بہت سے مسلم ممالک میں بھی سیکولر قوانین نافذ ہیں جو اسلامی تعلیمات کے نفاذ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

#### iii. ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا کے منفی استعمال کا رجحان

ٹیکنالوجی نے معلومات کی ترسیل کو تو آسان کر دیا ہے، لیکن اس کے منفی استعمال نے غلط معلومات، نفرت انگیز مواد اور اسلامی تعلیمات کی غلط تشریحات کو بھی فروغ دیا ہے۔ سوشل میڈیا پر غیر مستند علما اور جعلی فتووں نے لوگوں کو صحیح تعلیم سے دور کر دیا ہے۔

#### iv. معاشی عدم مساوات اور سرمایہ دارانہ نظام کا غلبہ

آج کی دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام نے معاشی عدم مساوات کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ چند افراد کے پاس دنیا کی اکثر دولت جمع ہے جبکہ اربوں لوگ خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اسلامی معاشی نظام جو زکوۃ، صدقات اور ربا کی ممانعت پر مبنی ہے، اس سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف ایک متبادل نظام پیش کرتا ہے۔ عالمی مالیاتی ادارے ،عالمی بینک اور بین الاقوامی معاہدے مسلم ممالک کو اسلامی معاشی نظام اپنانے سے روکتے ہیں۔ سود کا نظام عالمی سطح پر اتنا مضبوط ہے کہ اسے ختم کرنا ناممکن نظر آتا ہے، جبکہ اسلام میں سود کو اللہ تعالی سے جنگ قرار دیا گیا ہے۔[21]

#### v. ماحولیاتی ناانصافی کا بڑھتا ہوا بحران

ماحولیاتی تبدیلیاں اور آلودگی بھی سماجی انصاف کو درپیش اہم چیلنجز ہیں۔ اسلام میں زمین کو امانت قرار دیا گیا ہے لیکن جدید صنعتی دور میں انسان نے اس امانت میں بہت سی خیانت کی ہے۔ ماحولیاتی انصاف کی ترویج بھی اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے، لیکن یہ موضوع آج تک مسلم ماہرین علم کے خطبات میں کمزور ہے۔

---

[21] سورۃ البقرہ2: 279۔

vi. **انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیموں کا دوہرا معیار**

بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیمیں مسلم ممالک پر دباؤ ڈالتی ہیں، لیکن ان کا معیار دوہرا ہے۔ فلسطین، کشمیر اور دیگر مقامات پر مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے ظلم پر یہ تنظیمیں خاموش رہتی ہیں۔ اس سے اسلامی تعلیمات کی ترویج میں مشکل پیدا ہوتی ہے۔

vii. **دہشت گردی کا لیبل اور اسلاموفوبیا کا اضافہ**

11/9 کے بعد اسلاموفوبیا میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ اسلامی تعلیمات کو دہشت گردی سے جوڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔ اس منفی پروپیگنڈے نے سماجی انصاف جیسے مثبت پیغام کو پھیلانے میں رکاوٹ ڈالی ہے۔

viii. **مسلم نوجوانوں میں شناخت کا بحران**

مغربی ممالک میں رہنے والے مسلم نوجوانوں اور جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں میں شناخت کا بحران ہے۔ وہ اپنی اسلامی شناخت اور جدید زندگی کے تقاضوں میں توازن قائم کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

ix. **خواتین کے کردار کے بارے میں غلط فہمیوں کا پروپیگنڈا**

مغربی میڈیا نے اسلامی تعلیمات میں خواتین کے حقوق کے بارے میں شدید غلط فہمی پھیلا رکھی ہے۔ حجاب، وراثت اور گواہی جیسے معاملات کو بغیر سیاق و سباق کے پیش کیا جاتا ہے، جس سے اصل تعلیمات کی ترویج متاثر ہوتی ہے۔

x. **تعلیمی نظام میں اسلام کے تصور انصاف کے اسباق کا فقدان**

موجودہ تعلیمی نصاب میں اسلام کے سماجی انصاف کے موضوعات کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ طلبہ کو اسلامیات کے مضمون میں محض عبادات سے متعلق معلومات دی جاتی ہیں جبکہ معاشرتی انصاف کے عملی پہلوؤں سے وہ ناواقف رہتے ہیں۔

عصری دنیا میں سماجی انصاف کی ترویج کو درپیش چیلنجز میں عالمگیریت کے نتیجے میں مغربی ثقافتی یلغار اور ٹیکنالوجی کا منفی استعمال شامل ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام نے معاشی عدم مساوات کو بڑھا کر اسلامی نظام کو کمزور کیا ہے۔ ماحولیاتی بحران اور بین الاقوامی اداروں کا دوہرا معیار بھی رکاوٹ ہیں۔ اسلاموفوبیا اور دہشت گردی کا لیبل لگا کر اسلامی تعلیمات کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ مسلم نوجوانوں میں شناخت کا بحران اور تعلیمی نظام میں اسلامی انصاف کے اسباق کا فقدان بھی اہم چیلنجز ہیں۔ ان تمام چیلنجز کے باوجود اسلامی تعلیمات میں سماجی انصاف کا تصور اتنا مضبوط ہے کہ اگر حکمت اور دانش مندی کے ساتھ اسے پیش کیا جائے تو یہ ان تمام چیلنجز کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان چیلنجز کو سمجھا جائے اور ان کے مطابق جدید وسائل استعمال کیے جائیں۔

5. **سماجی انصاف سے متعلق اسلامی تعلیمات کی ترویج کے امکانات**

عصر حاضر میں جہاں دنیا بے شمار معاشی تفریق، طبقاتی کشیدگی، نسلی امتیاز، ماحولیاتی ناانصافی اور پسماندہ اقوام کے ساتھ ناانصافی کا شکار ہے، اسلامی تعلیمات میں موجود سماجی انصاف کا جامع نظام ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان تعلیمات کو محض نظریاتی مباحث تک محدود رکھنا یا صرف انفرادی عبادات میں منحصر کر دینا، ان کی اصل روح سے انحراف ہے۔ ان تعلیمات کی ترویج کے وسیع امکانات موجود ہیں، جن سے فائدہ اٹھا کر نہ صرف مسلم معاشروں میں بلکہ عالمی سطح پر ایک منصفانہ نظام قائم کیا جا سکتا ہے۔

i. **اسلامی تعلیمات میں سماجی انصاف کے تصور کی وضاحت**

اسلام میں سماجی انصاف محض ایک سیاسی یا معاشی نظریہ نہیں، بلکہ ایک جامع فکری نظام ہے جس کی بنیاد توحید، رسالت اور آخرت پر یقین ہے۔ اس تصور کی ترویج کے لیے سب سے پہلے ان بنیادی اصولوں کو واضح کرنا چاہیے جو اس کی بنیاد ہیں۔ عدل کے تصور کو اس کی جامعیت کے ساتھ عام کرنا چاہیے۔ عدل کا مطلب ہے ہر چیز کو اس کے مناسب مقام پر رکھنا، حقوق کی ادائیگی اور توازن قائم رکھنا۔ اس تصور کو عام فہم زبان میں لوگوں تک پہنچانے کے لیے آسان مثالیں، سیمینارز اور آگاہی مہمات کا انعقاد کرنا چاہیے۔ اسلام نے سماجی انصاف کے لیے جو بنیادی اصول متعین کیے ہیں، انہیں اجاگر کرنا ضروری ہے۔ ان اصولوں کو جدید معاشی اور سماجی مسائل کے تناظر میں پیش کرنا ہمارے لیے ضروری ہے تاکہ یہ تعلیمات عام لوگوں کے لیے قابل فہم اور قابل عمل بن سکیں۔

### ii. عصری تقاضوں کی تکمیل

عالمی معاشرہ شدید تضادات کا شکار ہے۔ چند افراد کے پاس دنیا کی اکثر دولت جمع ہے جبکہ لاکھوں انسان بنیادی ضروریات زندگی سے محروم ہیں۔ سب سے پہلے ان تعلیمات کو عصری مسائل سے جوڑ کر پیش کرنا چاہیے۔ موجودہ دور میں معاشی عدم مساوات، سود پر مبنی معیشت کے نقصانات اور سرمایہ دارانہ نظام کے استحصالی پہلوؤں پر گفتگو کرتے ہوئے اسلامی متبادل کو واضح کرنا ضروری ہے۔ سیمینارز، کانفرنسز اور میڈیا پروگرامز کے ذریعے یہ پیغام عام کرنا چاہیے کہ اسلام کا معاشی نظام ان مسائل کا مستقل حل فراہم کرتا ہے۔ دوم عملی نمونے پیش کرنے چاہیے۔ صرف نظریاتی بات کافی نہیں۔ ایسے فلاحی منصوبے شروع کرنے چاہیے جو زکوۃ اور صدقات کے اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہوں۔ جب لوگ دیکھیں گے کہ ان اصولوں پر عمل پیرا ہو کر غربت میں کمی لائی جا سکتی ہے، تو وہ خود ان تعلیمات کی طرف راغب ہوں گے۔ سوم بین المذاہب مکالمے کو فروغ دینا چاہیے۔ سماجی انصاف کے موضوع پر دوسرے مذاہب اور فکری نظاموں کے ساتھ مشترکہ پلیٹ فارم بنا کر اسلامی تعلیمات کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس سے نہ صرف غلط فہمیوں کا ازالہ ہو گا بلکہ اسلامی تعلیمات کے عالمی پیغام کو فروغ ملے گا۔ چوتھا تعلیمی نصاب میں ان موضوعات کو شامل کرنا چاہیے۔ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں سماجی انصاف کے اسلامی تصورات پر الگ سے ماڈیولز متعارف کروائے جائیں تاکہ نوجوان نسل کو ابتدائی طور پر ان تعلیمات سے آشنا کیا جا سکے۔ پانچواں میڈیا کو فعال طور پر استعمال کرنا چاہیے۔ سوشل میڈیا، یوٹیوب، پوڈکاسٹس اور ٹیلی ویژن پروگرامز کے ذریعے مختصر، مؤثر اور جدید انداز میں ان تعلیمات کو عام کیا جا سکتا ہے۔

### iii. تعلیمی اداروں کا کردار

تعلیمی ادارے کسی بھی معاشرے کی فکری بنیادوں کی تشکیل میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر سماجی انصاف کی اسلامی تعلیمات کو مؤثر طریقے سے عام کرنا ہے تو تعلیمی اداروں کو اس مشن کا محور بنانا ہو گا۔ نصاب کی سطح پر بنیادی تبدیلی لانی چاہیے۔ موجودہ تعلیمی نظام میں اسلامی تعلیمات کو اکثر عبادات یا فقہی مسائل تک محدود کر دیا جاتا ہے۔ اسلامیات کے نصاب کو عصری مسائل سے جوڑنا چاہیے۔ مثلاً زکوۃ کے باب کو معاشیات، سماجی بہبود اور غربت کے خاتمے کے جدید ماڈلز سے مربوط کر کے پڑھانا چاہیے۔ عدل و انصاف، معاہدوں کی پاسداری اور کمزوروں کے ساتھ ہمدردی کے پہلوؤں کو نصاب میں نمایاں کرنا چاہیے۔ اساتذہ کی تربیت پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ استاد صرف معلومات کا ناقل نہیں بلکہ ایک کردار ساز ہوتا ہے۔ اساتذہ کے لیے ایسے تربیتی پروگرامز ترتیب دینے چاہیے جن میں انہیں اسلامی تعلیمات کے سماجی انصاف والے پہلوؤں سے روشناس کرایا جائے۔ جب استاد خود ان اصولوں کو سمجھے گا اور ان پر عمل پیرا ہو گا، تو وہ طلبہ میں یہ رویہ پیدا کر سکے گا۔ تعلیمی اداروں کو خود عملی نمونہ بننا چاہیے۔ اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں ایسا نظام قائم کرنا چاہیے جہاں فیسوں کا ڈھانچہ منصفانہ ہو، اسکالرشپس مستحقین تک بلا تفریق پہنچائے جائیں اور انتظامی فیصلوں میں شفافیت اور عدل کو یقینی بنایا جائے۔ یہ خود ایک عملی درس ہو گا۔ تعلیمی اداروں میں ریسرچ کلچر کو فروغ دینا چاہیے۔ اسلامی تعلیمات میں موجود سماجی انصاف کے موضوعات پر جدید تحقیق کے لیے ریسرچ سینٹرز قائم کرنے چاہیے۔ طلبہ کو ان موضوعات پر مقالے لکھنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ سیمینارز، کانفرنسز اور مباحثوں کا انعقاد کرنا چاہیے۔ اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں سوشل ویلفیئر کلبز، حقوق انسانی سوسائٹیاں اور فلاحی منصوبے بنا کر طلبہ کو عملی طور پر اس مشن سے منسلک کرنا چاہیے۔ انٹرنشپ پروگرامز کے ذریعے طلبہ کو فلاحی اداروں میں کام کرنے کے مواقع فراہم کرنے چاہیے۔

### iv. مساجد اور مذہبی اداروں کا کردار

مساجد اور مذہبی ادارے اسلامی معاشرے کی روح اور مرکز ہیں۔ یہ صرف عبادت گاہیں نہیں بلکہ تعلیم، تربیت اور اصلاح کے مراکز بھی ہیں۔ خطبات جمعہ کو نئے انداز میں ترتیب دینا چاہیے۔ مساجد میں جمع ہونے والا اجتماع مختلف طبقات پر مشتمل ہوتا ہے۔ امام اور خطیب کو اس بات کی ترغیب دینی چاہیے کہ وہ خطبات میں صرف آخرت کے عذاب یا انفرادی عبادات کی فضیلت پر اکتفا نہ کریں بلکہ سماجی انصاف، معاشی تفریق کے خاتمے، مظلوموں کی حمایت اور حقوق العباد کی ادائیگی جیسے موضوعات کو کلیدی حیثیت دیں۔ مساجد کی انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ خطباء کو جدید مسائل پر مواد فراہم کرے۔ مساجد میں قائم درس کے حلقہ جات کو وسیع کرنا چاہیے۔ ان حلقوں میں بچوں اور بڑوں دونوں کو اسلامی تعلیمات کے سماجی پہلوؤں سے روشناس کرانا چاہیے۔ مدارس کے نصاب میں حقوق العباد کے ابواب کو تفصیل سے پڑھانے کے ساتھ ساتھ مقاصد شریعت کو بھی زیر بحث لانا چاہیے کہ شریعت کا اصل مقصد عدل، مساوات اور انسانیت کی فلاح ہے۔ مساجد کے ذریعے فلاحی منصوبے چلانے چاہیے۔ بیت المال کا تصور مسجد کے تحت ہی فعال کیا جا سکتا

ہے۔ ہر مسجد میں ایک شفاف نظام قائم کرنا چاہیے جہاں زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کو مستحقین تک پہنچایا جائے۔ قریبی علاقے میں رہنے والے غریب افراد، یتیموں اور ضرورت مندوں کی شناخت کر کے ان کی مدد کو منظم شکل دینی چاہیے۔ مساجد کو اختلافات کے خاتمے کا مرکز بنانا چاہیے۔ اکثر مساجد مختلف مسالک یا گروہوں میں تقسیم کا شکار ہو جاتی ہیں۔ مساجد کو بین المسالک ہم آہنگی، مختلف طبقات میں پل کا کردار اور تنازعات کے پرامن حل کے لیے پلیٹ فارم بنانا چاہیے۔ مساجد میں خواتین کے لیے علیحدہ انتظامات کر کے انہیں بھی تعلیمی اور فلاحی سرگرمیوں میں شامل کرنا چاہیے۔ خواتین کے لیے الگ دروس، مشاورتی مراکز اور فلاحی کمیٹیاں تشکیل دینی چاہیے تاکہ وہ بھی اس مشن میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

### v. میڈیا اور سوشل میڈیا کی مہمات

آج کا دور مواصلات اور معلومات کا دور ہے۔ میڈیا نے دنیا کو ایک گلوبل ویلیج میں تبدیل کر دیا ہے۔ موجودہ میڈیا میں اسلام کی منفی تصویر کے برعکس اسلامی تعلیمات کے ان پہلوؤں کو نمایاں کرنا چاہیے جو عدل، مساوات، تحفظ نسواں اور سماجی فلاح پر مبنی ہیں۔ ٹیلی ویژن چینلز، ریڈیو اور پوڈکاسٹس پر ان موضوعات پر خصوصی پروگرامز بنانے چاہیے۔ ان پروگرامز میں ماہرین کو بلا کر مستند اور مدلل انداز میں پیغام پہنچانا چاہیے۔ سوشل میڈیا کو فعال طور پر استعمال کرنا چاہیے۔ یوٹیوب، فیس بک، انسٹاگرام، ٹویٹر اور ٹک ٹاک جیسے پلیٹ فارمز پر مختصر ویڈیوز، انفوگرافکس اور آرٹیکلز کے ذریعے اسلامی سماجی انصاف کے تصورات کو جدید اور دلچسپ انداز میں پیش کرنا چاہیے۔ نوجوان نسل جو زیادہ تر سوشل میڈیا پر وقت گزارتی ہے، ان تک مؤثر رسائی کے لیے یہ بہترین ذریعہ ہے۔ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر آن لائن کورسز، ویبینارز اور ورچوئل کانفرنسز کا انعقاد کرنا چاہیے۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں بیٹھے افراد کو اسلامی تعلیمات میں سماجی انصاف کے موضوع پر اعلیٰ تعلیم فراہم کرنے کے لیے مفت یا کم لاگت کے آن لائن کورسز شروع کرنے چاہیے۔ پرنٹ میڈیا کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اخبارات میں کالم، خصوصی مضامین اور میگزین کے شمارے ان موضوعات کے لیے وقف کرنے چاہیے۔ اردو، عربی، انگریزی اور دیگر زبانوں میں مستند کتابوں اور تحقیقی مقالات کی اشاعت کو فروغ دینا چاہیے۔ ڈیجیٹل لائبریریاں اور ویب سائٹس بنانی چاہیے جہاں اسلامی سماجی انصاف سے متعلق تمام مواد، کتابیں، مضامین، ویڈیوز اور آڈیوز مفت دستیاب ہوں۔ اس سے طلبہ، محققین اور عام افراد کو بآسانی رسائی مل سکے گی۔ مواد کو مستند، متوازن اور غیر جذباتی رکھنا چاہیے۔ اسلاموفوبیا کے اس دور میں پیغام کو دانشورانہ اور معروضی انداز میں پیش کرنا ضروری ہے تاکہ یہ نہ صرف مسلمانوں تک محدود رہے بلکہ غیر مسلموں تک بھی اسلام کے حقیقی چہرے کو پہنچایا جا سکے۔

### vi. فلاحی و غیر سرکاری اداروں کا کردار

فلاحی اور غیر سرکاری ادارے کسی بھی معاشرے میں سرکاری نظام کی حدود کو پھیلانے کا کام کرتے ہیں۔ فلاحی اداروں میں شفافیت اور اسلامی اصولوں پر عمل درآمد کو یقینی بنانا چاہیے۔ زکوٰۃ اور صدقات کی وصولی اور تقسیم میں شریعت کے مقرر کردہ مصارف کا خیال رکھنا چاہیے اور مستحقین تک بلا تفریق رسائی یقینی بنانی چاہیے۔ اداروں کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام اکاؤنٹس عوام کے سامنے رکھیں تاکہ اعتماد پیدا ہو۔ فلاحی اداروں کے ذریعے بیداری مہم چلانی چاہیے۔ سیمینارز، ورکشاپس اور آگاہی واکس کے ذریعے عوام میں اسلامی تعلیمات میں موجود سماجی انصاف کے تصورات کو عام کیا جا سکتا ہے۔ خاص طور پر دیہی اور پسماندہ علاقوں میں جہاں تعلیمی اداروں اور میڈیا کی رسائی محدود ہے، وہاں یہ ادارے اپنی سرگرمیاں بڑھائیں۔ فلاحی اداروں کو مختلف طبقات کے درمیان پل کا کام کرنا چاہیے۔ امیر اور غریب، تعلیم یافتہ اور ان پڑھ، مختلف نسلی اور لسانی گروہوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے میں یہ ادارے موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔ ایسے پروگرامز شروع کرنے چاہیے جہاں مختلف طبقات کے لوگ مل کر فلاحی کام کریں۔ فلاحی اداروں کے ذریعے وکالت کا کام کرنا چاہیے۔ یہ ادارے حکومتوں سے پالیسی سطح پر مطالبہ کر سکتے ہیں کہ وہ سماجی انصاف کے اسلامی اصولوں کو قانونی ڈھانچے میں شامل کریں۔ مثلاً زکوٰۃ کے نظام کو ریاستی سطح پر منظم کرنے، سود کے خاتمے کے لیے قانون سازی اور پسماندہ طبقات کے لیے مخصوص کوٹے جیسے معاملات پر این جی اوز مؤثر لابنگ کر سکتی ہیں۔ فلاحی اداروں کے ذریعے تربیت اور صلاحیت سازی کے پروگرامز چلانے چاہیے۔ نوجوانوں، خواتین اور پسماندہ طبقات کو مختلف ہنر سکھا کر انہیں خود کفیل بنانا چاہیے۔ اسلامی تعلیمات میں محض عطیہ دینے پر نہیں بلکہ خود کفالت کی ترغیب دی گئی ہے۔ ایسے پروگرامز جو لوگوں کو بااختیار بنائیں، دراصل سماجی انصاف کا مستقل حل فراہم کرتے ہیں۔ فلاحی اداروں کو باہمی نیٹ ورکنگ کرنی چاہیے۔ مختلف ادارے آپس میں مل کر اتحاد بنائیں، تجربات کا تبادلہ کریں اور وسائل کو مشترکہ طور پر استعمال کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک رسائی ہو سکے۔

### vii. ریاست اور حکومتی اداروں کی فعالیت

ریاست اور حکومتی ادارے کسی بھی معاشرے میں تبدیلی کا سب سے بڑا اور بااختیار ذریعہ ہوتے ہیں۔ ان کے پاس قانون سازی، پالیسی سازی، وسائل کی تقسیم اور نفاذ کے اختیارات ہوتے ہیں۔ اگر سماجی انصاف کی اسلامی تعلیمات کو حقیقی معنوں میں عام کرنا ہے تو ریاستی سطح پر اس کے لیے ٹھوس اقدامات کرنے ہوں گے۔ عدالتی نظام کو اسلامی اصولوں کے مطابق شفاف اور غیر جانبدار بنانا چاہیے۔ ایک ایسا عدالتی نظام جہاں امیر اور غریب، حاکم اور محکوم سب برابر ہوں، سماجی انصاف کی بنیاد ہے۔ عدلیہ کو سیاسی اور معاشی دباؤ سے آزاد رکھنے کے لیے قانونی اصلاحات کرنی چاہیے۔ معاشی پالیسیوں میں اسلامی اصولوں کو نافذ کرنا چاہیے۔ زکوٰۃ کے نظام کو ریاستی سطح پر منظم کرنا چاہیے تاکہ یہ غربت کے خاتمے کا مؤثر ذریعہ بن سکے۔ سود کے خاتمے کے لیے قانون سازی کرنی چاہیے اور اسلامی بینکاری کو فروغ دینے کے لیے پالیسیاں بنانی چاہیے۔ وراثت کے قانون کو سختی سے نافذ کرنا چاہیے تاکہ خواتین اور کمزور ورثاء کو ان کے حقوق مل سکیں۔ فلاحی ریاست کے تصور کو عملی شکل دینی چاہیے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ شہریوں کی بنیادی ضروریات خوراک، رہائش، صحت اور تعلیم کو پورا کرے۔ سماجی تحفظ کا ایسا نظام قائم کرنا چاہیے جو بے روزگاری، بے گھری اور بھوک جیسے مسائل کا مستقل حل فراہم کرے۔

### viii. خواتین کا کردار اور ان کے حقوق کا تحفظ

اسلامی تعلیمات میں سماجی انصاف کا ایک اہم پہلو خواتین کے ساتھ انصاف ہے۔ اگر سماجی انصاف کی اسلامی تعلیمات کو عام کرنا ہے تو خواتین کے کردار اور حقوق کو مرکزی حیثیت دینا ہوگی۔ خواتین کی تعلیم کو یقینی بنانا چاہیے۔ تعلیم ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ کوئی لڑکی تعلیم سے محروم نہ رہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے اسکالرشپس، فری ٹرانسپورٹ اور سکولوں میں خواتین اساتذہ کی فراہمی جیسی سہولتیں مہیا کرے۔ خواتین کے معاشی حقوق کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہیے۔ اسلام نے عورت کو جائز ذرائع سے کمائی اور جائیداد رکھنے کا مکمل حق دیا ہے۔ خواتین کو ان کے معاشی حقوق سے آگاہ کرنا چاہیے۔ وراثت میں خواتین کے حصے کی ادائیگی کو قانونی طور پر یقینی بنانا چاہیے اور اس پر عمل درآمد کے لیے سخت نگرانی کرنی چاہیے۔ خواتین کی سماجی اور معاشی شرکت کے مواقع فراہم کرنے چاہیے۔ اسلام عورت کو معاشرے میں فعال کردار ادا کرنے سے نہیں روکتا۔ خواتین کے لیے کاروبار، روزگار اور فیصلہ سازی میں شرکت کے مواقع پیدا کرنے چاہیے۔ خواتین کو مقامی حکومتوں، فلاحی اداروں اور تعلیمی بورڈز میں شامل کرنا چاہیے۔ خواتین کے خلاف تشدد اور امتیاز کے خاتمے کے لیے موثر نظام بنانا چاہیے۔ گھریلو تشدد، جہیز کے لیے ایذا رسانی اور کام کی جگہ پر ہراسانی جیسے مسائل کے خلاف سخت قوانین بنانے اور ان پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے۔ متاثرہ خواتین کے لیے ہیلپ لائنز، شیلٹر ہومز اور قانونی امداد کے مراکز قائم کرنے چاہیے۔ خواتین کو خود سماجی انصاف کی ترویج کا مرکز بنانا چاہیے۔ خواتین کو ماؤں، اساتذہ، کارکنوں اور رہنماؤں کی حیثیت سے تربیت دینی چاہیے تاکہ وہ اپنے حلقوں میں اسلامی تعلیمات کے ان پہلوؤں کو عام کر سکیں جو عدل اور مساوات پر زور دیتے ہیں۔ مساجد اور مذہبی اداروں میں خواتین کے لیے علیحدہ تعلیمی اور فلاحی پروگرامز شروع کرنے چاہیے تاکہ وہ بھی مذہبی تعلیم حاصل کر سکیں اور اپنے حقوق سے آگاہ ہو سکیں۔

### ix. نوجوان نسل کو سماجی انصاف کے اسلامی تصورات سے آشنا کرنے کی حکمت عملی

نوجوان کسی بھی معاشرے کا سب سے متحرک، توانا اور تبدیلی لانے والا طبقہ ہوتا ہے۔ اگر اسلامی تعلیمات میں سماجی انصاف کے تصورات کو عام کرنا ہے تو نوجوان نسل کو اس کا مرکزی ہدف بنانا ہوگا۔ تعلیمی نصاب کو جدید اور پرکشش انداز میں ڈیزائن کرنا چاہیے۔ نوجوان روایتی اور خشک انداز تعلیم سے جلد اکتا جاتے ہیں۔ سماجی انصاف کے اسلامی تصورات کو کیس اسٹڈیز، رول پلے اور جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے پیش کرنا چاہیے۔ کھیلوں کے ذریعے تعلیم کو استعمال کرتے ہوئے ان موضوعات کو دلچسپ بنایا جا سکتا ہے۔ نوجوانوں کے لیے مخصوص پلیٹ فارمز بنانے چاہیے۔ یوتھ کلبز، اسٹوڈنٹس فیڈریشنز اور نوجوانوں کی سوسائٹیاں قائم کر کے انہیں سماجی انصاف کے موضوعات پر سرگرم کیا جا سکتا ہے۔ ان پلیٹ فارمز پر مباحثے، مقابلے اور فلاحی سرگرمیاں منعقد کی جائیں۔ نوجوانوں کو ڈیجیٹل میڈیا کے ذریعے تربیت دینی چاہیے۔ نوجوان خود سوشل میڈیا کے ماہر ہوتے ہیں۔ انہیں تربیت دے کر یہ موقع دینا چاہیے کہ وہ اسلامی سماجی انصاف کے پیغام کو سوشل میڈیا پر عام کریں۔ ان کے لیے ویڈیو بنانے، پوڈکاسٹ ریکارڈ کرنے اور مواد لکھنے کے ورکشاپس کا انعقاد کرنا چاہیے۔ نوجوانوں کے لیے رول ماڈلز پیش کرنے چاہیے۔ انہیں ایسی شخصیات سے متعارف کرانا چاہیے جو آج کے دور میں سماجی انصاف کے لیے کام کر رہی ہوں۔ نوجوانوں کو ان شخصیات سے ملنے، انٹرویو کرنے اور ان کے تجربات سے سیکھنے کے مواقع فراہم کرنے چاہیے۔ نوجوانوں کو عملی منصوبوں میں

شامل کرنا چاہیے۔ فلاحی کاموں، ماحولیاتی تحفظ اور پسماندہ طبقات کی مدد جیسے منصوبوں میں نوجوانوں کو شامل کیا جائے۔ جب وہ عملاً ان کاموں میں حصہ لیں گے تو وہ اسلامی تعلیمات کے سماجی انصاف والے پہلو کو بہتر سمجھ سکیں گے۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں انٹرنشپ پروگرامز شروع کرنے چاہیے جہاں طلبہ فلاحی اداروں، اسلامی بینکوں اور سماجی انصاف پر کام کرنے والے اداروں میں کام کر سکیں۔ اس سے انہیں عملی تجربہ حاصل ہو گا اور وہ مستقبل میں اس میدان میں کیریئر بنا سکیں گے۔

## 6. خلاصہ

اسلام میں سماجی انصاف کا تصور نہایت جامع، متوازن اور عملی ہے۔ قرآن و سنت میں عدل، مساوات اور حقوق العباد کی ادائیگی کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے اور ان تعلیمات کا عملی اطلاق خلافت راشدہ کے دور میں ملتا ہے۔ مسلم معاشروں میں تاریخی، ثقافتی اور عصری رکاوٹوں کی وجہ سے ان تعلیمات کی ترویج اور نفاذ میں شدید مشکلات پیش آرہی ہیں۔ اہم ترین تحدیات میں خلافت سے بادشاہت میں تبدیلی، فرقہ واریت، جاگیر داری، استعماری اثرات، عالمی سرمایہ داری نظام کا غلبہ، مغربی ثقافت کا تسلط، شدت پسندی کا غلط پروپیگنڈا، تعلیمی نظام کا دوہرا پن اور ڈیجیٹل میڈیا میں غلط معلومات کا طوفان شامل ہیں۔ ان تمام رکاوٹوں نے اسلامی تعلیمات کے سماجی انصاف والے پہلو کو پس پشت ڈال دیا ہے اور ان کے مؤثر نفاذ میں رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔ ان تحدیات کے باوجود امکانات بھی کم نہیں ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی اور میڈیا نے اسلامی تعلیمات کو عالمی سطح پر پھیلانے کے بے پناہ مواقع فراہم کیے ہیں۔ ڈیجیٹل پلیٹ فارمز، ایپلی کیشنز، مصنوعی ذہانت اور سوشل میڈیا مہمات کے ذریعے مستند اور معیاری مواد لاکھوں افراد تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ تعلیمی نظام میں اصلاحات لا کر اسلامی تعلیمات کو جدید نصاب میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ ریاستی سطح پر پاکستان جیسے ملک میں دستوری دفعات موجود ہیں جن پر عمل درآمد کر کے اسلامی نظام کو مستحکم کیا جا سکتا ہے۔ سول سوسائٹی، این جی اوز اور مذہبی ادارے زمینی سطح پر کام کر کے ان تعلیمات کو عام کر سکتے ہیں۔ بین المذاہب ہم آہنگی کے ذریعے مشترکہ اقدار کو فروغ دے کر سماجی انصاف کو وسیع کیا جا سکتا ہے۔ مستقبل میں ان تعلیمات کی ترویج کے وسیع امکانات موجود ہیں جنہیں بروئے کار لانے کے لیے ٹھوس حکمت عملیوں کی ضرورت ہے۔ پہلا اور اہم ترین امکان تعلیمی نظام کی بنیادی اصلاحات میں پنہاں ہے۔ موجودہ دوہرے تعلیمی نظام میں دینی اور عصری مناہج کے درمیان دیوار گرانے کی ضرورت ہے۔ ہم ایسا نصاب ترتیب دے سکتے ہیں جہاں اسلامی تعلیمات کے سماجی انصاف والے پہلوؤں کو جدید علوم معاشیات، سماجیات اور قانون کے ساتھ مربوط کیا جائے۔ اساتذہ کی تربیت کے ذریعے انہیں اس قابل بنایا جا سکتا ہے کہ وہ عدل، مساوات اور حقوق العباد کے تصورات کو کلاس روم میں عملی طور پر اجاگر کریں۔ دوسرا بڑا امکان ڈیجیٹل میڈیا اور ٹیکنالوجی کا مؤثر استعمال ہے۔ آج ہر فرد کے پاس اسمارٹ فون موجود ہے۔ ہم مصنوعی ذہانت کی مدد سے ذاتی نوعیت کے تعلیمی مواد تیار کر سکتے ہیں جو ہر شخص کی سطح اور ضرورت کے مطابق ہو۔ پوڈ کاسٹس، مختصر ویڈیوز، انٹرایکٹو ایپلی کیشنز اور سوشل میڈیا مہمات کے ذریعے لاکھوں نوجوانوں تک اسلامی سماجی انصاف کا پیغام ان کی ہی زبان اور انداز میں پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے ایک مربوط حکمت عملی بنانے کی ضرورت ہے جس میں مستند علماء، ٹیکنالوجی ماہرین اور میڈیا کے ماہرین کا اشتراک ہو۔ تیسرا امکان ریاستی سطح پر دستوری دفعات سے عملی استفادہ ہے۔ پاکستان جیسے ممالک میں موجودہ دستور میں اسلامی دفعات موجود ہیں۔ ان پر عمل درآمد کے لیے سیاسی ارادے کے ساتھ ساتھ عوامی دباؤ بھی ضروری ہے۔ عدلیہ کو فعال کر کے زکوٰۃ، عشر، وراثت اور سود کے خاتمے جیسے قوانین کو حقیقی معنوں میں نافذ کیا جا سکتا ہے۔ مقامی حکومتوں کو بھی اسلامی اصولوں کے تحت فلاحی منصوبے چلانے کا اختیار دیا جا سکتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں سماجی انصاف کا تصور موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق مکمل طور پر قابل عمل ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید چیلنجز کو سمجھتے ہوئے ان سے نمٹنے کے لیے مؤثر حکمت عملیاں تیار کی جائیں۔ روایتی اور جدید ذرائع کو ملا کر، ریاستی اور غیر ریاستی اداروں کی باہمی ہم آہنگی کے ذریعے اور تعلیمی نظام میں بنیادی اصلاحات کے ذریعے اس ترویج کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی صحیح ترسیل اور عملی اطلاق ہی مسلم معاشروں کو موجودہ بحرانوں سے نکال کر حقیقی امن، خوشحالی اور سماجی انصاف تک پہنچا سکتا ہے۔ کامیابی کی کنجی یہ ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کے سماجی انصاف والے پہلو کو محض نظریہ نہ سمجھیں بلکہ اسے ایک عملی منشور کے طور پر اپنائیں۔ ہر فرد اپنی سطح پر چاہے وہ استاد، ڈاکٹر، تاجر اور طالب علم ہو۔ ان اصولوں پر عمل پیرا ہو کر معاشرے میں تبدیلی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ جب یہ انفرادی کوششیں اجتماعی شکل اختیار کر لیں گی، تو پھر کوئی چیلنج اس راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکے گا۔